رسائل و مسائل

حضرت علیؓ کی خلافتِ بلا فصل؟

جناب ملک غلام علی صاحب

سوال: آپ سے ایک دو مسائل دریافت طلب ہیں۔ اُمید ہے کہ کچھ وقت صَرف کر کے ان پر روشنی ڈالیں گے اور پریشانی سے نجات دلائیں گے۔ یہاں قریبی دیہات میں ایک شیعہ مجلس ہوئی۔ ایک شیعہ عالم نے اس میں تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مرحلے اور آغازِ دعوت ہی سے حضرت علیؓ کو خلیفہ بلا فصل مقرر کر دیا تھا۔ قریش کو بُلا کر اور دعوت میں کھانا کھلا کر فرمایا "امداد کرو اسلام کی"۔ کوئی بھی نہ اُٹھا۔ پھر حضرت علیؓ نے امداد کا وعدہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا: "تو میرا بھائی ہے، ولی ہے، وصی ہے، وزیر ہے، خلیفہ ہے"۔ اس کے لیے تفسیر ابن کثیر آیت: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء ۲۱۴) کے تحت بیان کردہ تفسیری روایات کا حوالہ دیا گیا۔ میرے پاس یہ تفسیر نہیں۔ آپ اسے دیکھ کر واضح کریں کہ حقیقتِ حال کیا ہے۔ علاوہ ازیں غدیر خم کے موقع پر آنحضورؐ نے جو کچھ فرمایا، اُس کی تشریح بھی کر دیں۔

جواب: آپ نے شیعہ عالم کی تقریر کا خلاصہ یہ نقل کیا ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آغازِ دعوت اور روزِ اول ہی سے حضرت علیؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ قریش کو آنحضورؐ نے دعوت پر بُلا کر اور کھانا کھلا کر فرمایا کہ میری امداد کرو۔ صرف حضرت علیؓ نے امداد کا وعدہ کیا تو آنحضورؐ نے فرمایا: "تو میرا بھائی ہے، ولی ہے، وصی ہے، خلیفہ ہے"...... اس کے لیے ابن کثیر، سورۃ الشعراء، آیت

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء - ۲۱۴) کی تفسیر کا حوالہ دیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس آیت قرآنیہ کو مسئلۂ خلافت سے متعلق سمجھنا اور اس آیت کی تشریح میں جو روایات ابن کثیر یا دوسرے مفسرین و مؤرخین نے درج کی ہیں۔ اُن سے حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کا استنباط و استخراج کرنا ایک عجیب و غریب نکتہ آفرینی ہے۔ اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے، وہ صاف اور واضح طور پر یہ ہے کہ اپنے خاندان کے نزدیک ترین قرابت داروں کو ڈراؤ، دوسرے الفاظ میں منشائے ربانی یہ تھا کہ اپنے کنبے اور قریبی رشتہ داروں کو متنبہ کر دو کہ محض خاندانی اور نسبی قرابت دُنیا و عقبیٰ میں کسی امتیازی رو رعایت کا باعث نہیں بنے گی۔ مزید وضاحت اگلی آیات میں ہے کہ جو ایمان لائیں اور تیرا اتباع کریں۔ ان سے حسنِ سلوک اختیار کرو اور جو تمہاری نافرمانی کریں (خواہ وہ رشتہ دار ہوں) ان سے کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بری الذمہ اور بیزار ہوں۔ اس آیت کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جدی خاندان بالخصوص بنو ہاشم، بنو المطلب کے افراد کو کھانے کی دعوت پر جمع کیا۔ اور فرمایا کہ میں تمہیں آنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں، لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔ (میں اللہ کے بالمقابل تمہارے کام نہیں آسکتا) لیکن مخاطبین مشرکین پر کچھ اثر نہ ہوا اور بدبخت ابولہب نے نہایت نازیبا جواب دیا۔ یہ مجمع تیس چالیس افراد پر مشتمل تھا، جن میں سے بعض اشخاص ممکن ہے دل میں آنحضورؐ سے عزیزی رشتے کی بنا پر نرم گوشہ رکھتے ہوں۔ لیکن علانیہ کسی نے بھی دعوتِ اسلام قبول کرنے کا اعلان نہیں کیا۔ جہاں تک حضرت علیؓ کا تعلق ہے وہ تو پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔ جس کا اعادہ و اعلان آپ نے یہاں بھی کر دیا۔

تاہم اس منفی اور ناگوار ردِ عمل کے پیشِ نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بجا طور پر یہ خیال اور خدشہ ہو سکتا تھا کہ اگر خاندان کے لوگوں کی اکثریت بھی میری دعوت پر لبیک کہنے سے باز رہی —— دیگر کفار و معاندین بھی میرے آزار کے درپے رہیں۔ اور معاذ اللہ ان حالات میں اگر میں اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دوں تو جو امانتیں، قرضے اور دیگر خاندانی ذمہ داریاں مجھ پر عاید ہوتی ہیں۔ اُن کو کون مسلمان ادا کرے گا؟ چنانچہ اسی سیاق و سباق اور پس منظر میں آپ نے فرمایا: مَنْ يَّضْمَنُ عَنِّىْ دَيْنِىْ وَمَوَاعِيْدِىْ وَيَكُوْنُ مَعِىْ فِى الْجَنَّةِ وَيَكُوْنُ خَلِيْفَتِىْ فِىْ اَهْلِىْ (میرے قرضوں اور معاہدات کی کون ضمانت دیتا ہے اور میرے اہل و عیال کی خبر گیری میں میری نیابت کون کرے گا کہ

وہ جنت میں میری معیت حاصل کرے ؟ - اس سوال پر بھی خاندان کے دوسرے افراد خاموش رہے، مگر حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں یہ ذمہ داری اٹھاتا ہوں - ظاہر ہے کہ یہاں اگر خلافت و نیابت زیرِ بحث تھی تو وہ وسیع ترین مفہوم کی حامل عمومی خلافت یا امامتِ کبریٰ نہیں تھی جو پوری اُمتِ مسلمہ اور اسلامی ریاست پر مجتمعاً حاوی و محیط ہو، نہ قریش کے ایک یا چند گھرانوں کے افراد اس کے مخاطب ہو سکتے تھے، جو اکثر و بیشتر مسلمان ہی نہ تھے -

اس نیابت کے موقع پر اس ارشادِ نبویؐ کی جو تاویل و تشریح میں نے کی ہے بالکل یہی تاویل حافظ ابن کثیرؒ نے ساری روایات کو نقل کرنے کے بعد آخر میں فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

مَعْنَى سُؤَالِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَعْمَامِهٖ وَاَوْلَادِهِمْ - اَنْ يَّقْضُوْا عَنْهُ دَيْنَهٗ وَيَخْلُفُوْهُ فِيْ اَهْلِهٖ يَعْنِيْ اِنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے چچاؤں اور ان کے بیٹوں سے سوال کیا تو اس سے مدعا یہ تھا کہ اگر بالفرض آپؐ دشمنوں کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرما جائیں تو آپ کے واجب الادا قرضے کون ادا کرے گا۔

اس سوال کے جواب میں حضرت علیؓ نے کہا: انا یارسول اللہ (یارسول اللہ میں یہ ذمہ داری ادا کروں گا) -

ابن کثیرؒ نے جتنی روایات درج کی ہیں، ان میں کہیں بھی وصی کا لفظ وارد نہیں ہے - اگر ہوتا بھی تو اس سیاق کلام میں اس کا مفہوم بھی وہی ہوتا جو خلافت اور خلیفہ کا اُوپر بیان ہو چکا - یہ بھی واضح رہے کہ صحیح تر اسناد سے جو الفاظ مسلم اور ترمذی میں ہیں - ان میں کسی میں خلافت کا ذکر نہیں - الفاظ فقط یہ ہیں:

لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا - (اے میرے رشتہ دارو، میں اللہ کے بالمقابل تمہارے کام نہیں آسکتا) -

جہاں تک غدیرِ خم والی روایات کا تعلق ہے، اس پر بحث مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ رسائل و مسائل حصہ دوم میں "اہلِ سنت اور اہلِ تشیع کا اختلاف" کے زیرِ عنوان کر چکے ہیں، براہ کرم اسے مطالعہ کر لیں -

---